تحریکِ اسلامی اور موجودہ صورتِ احوال[۱]

میاں طفیل محمد قائد تحریکِ اسلامی، سابق امیر جماعت اسلامی (کالعدم)

تحریکِ اسلامی موجودہ صورتِ حال پر شدید تشویش کا اظہار کرتی ہے۔ موجودہ بحران کی پُر پیچ اُلجھنوں نے ایوب خانی آمریت اور بھٹو کی فسطائیت کی تلخیوں کو تازہ کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسا ہمہ جہتی بحران ہے کہ ایک طرف حکومت قانون ہی نہیں، دستور کے تقاضوں کو پامال کرتے پر اُتر آئی ہے، انتخاب عام کے سلسلے میں ایسے عجیب و غریب غیر جمہوری تصورات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے حقیقی مفہوم بھٹو کے راز تاشقند کی طرح صدر صاحب کے سوا کسی کو معلوم نہیں، اور جب اُن کی صراحت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وقت آنے پر سب کچھ واضح ہو جائے گا۔ دوسری طرف تمام سیاسی اور دینی جماعتوں کو کالعدم کر کے اُن کے قائدین کی کردار کُشی کرائی جا رہی ہے۔ تیسری جانب اخبارات جن کو اس دور میں ریاست کا چوتھا ستون سمجھا جاتا ہے ان کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے اور عدالتوں کے تمام اختیارات مارشل لاء کے مقابلے میں اور دوسرے اہم قومی معاملات میں بالکل محدود کر دیئے گئے ہیں اور چوتھی مصیبت

---

[۱] حال ہی میں کالعدم جماعت اسلامی پاکستان کی مجلسِ ادارت کا انعقاد قائد تحریکِ اسلامی میاں طفیل محمد صاحب کی صدارت میں ہوا۔ مجلس میں غور و بحث کے بعد موجودہ حالات کے متعلق ایک تفصیلی قرارداد پاس کی گئی جس کا متن ۱۳ اپریل کو منصورہ سے اخبارات کو جاری کیا گیا۔ اس کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر اسے ترجمان القرآن میں دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

یہ ہے کہ اس خلفشار و بحران سے فائدہ اٹھا کر ملحدوں، سوشلسٹوں، قادیانیوں، لادین جاہ پرستوں، امریکہ اور روس کے گماشتوں، صوبائیت کے علمبرداروں، علیحدگی پسندوں، وڈیروں، جاگیرداروں، صنعت و تجارت کے اجارہ داروں اور فرنگیت زدہ اور دین سے معرکہ آرائی کرنے والی خواتین نے اپنے اپنے اڈے نہایت مضبوط کر لیے ہیں ۔ اور صورتِ حال یہ ہے کہ ایسی تمام تخریبی قوتوں کو اُبھارنے، آگے بڑھانے اور ان کی سرپرستی کا کام حکومت ہی مختلف تدبیروں سے کر رہی ہے۔

پھر ستم یہ کہ اس مارشل لاء نے اپنے دور کا آغاز تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس اعلان کے ساتھ کیا کہ وہ پاکستان قومی اتحاد (سابقہ) کے عزائم کے مطابق ملک میں اسلامی نظامِ زندگی (نظامِ مصطفےٰ) نافذ کرے گا۔ جس کا قومی رہنماؤں اور علماء اور خواص و عوام سب نے خیر مقدم کیا اور اس کے بعد جب کچھ اسلامی احکام کا نفاذ اور بعض اسلامی اداروں کا قیام بھی عمل میں آیا تو عوام میں مزید اطمینان پیدا ہوا۔ لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" کے مصداق یہ سارا عمل بہت محدود اور بڑی حد تک نمائشی ثابت ہوا، کیونکہ یہ "نفاذ اسلام" عملاً جو نتائج سامنے لایا ہے وہ ہر قسم کے جرائم اور غنڈہ گردی میں اضافے، قومی شاہراہوں اور شہروں کے بھرے بازاروں میں ڈاکے، کھاتے پیتے گھرانوں کے افراد اور بچوں کے اغوا، اور معصوم بچیوں کو ملک سے باہر لے جا کر لونڈیوں کی طرح بیچے جانے، لوگوں کے گھروں میں گھس کر خواتین کے ناموس کو لوٹنے، رشوت کے ریٹ میں کئی گنا اضافے حوالاتوں اور تھانوں میں جلا دی، عورتوں کے مینا بازاروں میں مردوں کی چہل پہل، زنانہ کورروں کی مرد کمانڈروں کے ذریعے ٹریننگ اور اور ان کی اپنی خواتین افسروں کی بجائے مردوں کے ہجوم میں صدر، گورنر اور فوجی اکابر کو سلامیاں، شادیوں پر بے پناہ اسراف و تعیش کے مظاہرے اور ان تقریبات میں حکومت کے اکابر و عمائد اور اُن کی بیگمات کی شرکت، ٹی وی کے ذریعے بے حجابی اور مخلوط معاشرہ کی ترویج و فروغ، جا بجا وی سی آر پر جنسی بے راہ روی کی چاٹ لگانے والی فلموں اور مناظر کی روز افزوں نمائش، شراب اور رقص و سرود کے کھلے بندوں دور، کتوں کی دوڑوں جیسے مشاغل کو فروغ، اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں بے پناہ اضافے، عوام کو سرمایہ داروں، جاگیرداروں، سرداروں اور وڈیروں کے تخت فراعنۂ مصر کے لونڈی غلاموں کی طرح بے بس بنا دینا، معیشت کے بڑے حصے کا سرمایہ پرستی

استحصال اور رشوت کی نذر ہو جانا، نام نہاد انتہائی کمزور سی زرعی اصلاحات کے قانون تک کو نافذ کرنے سے اعتراز، ٹریفک کے حادثات میں روز افزوں اضافے اور شاہراہوں کا معصوم انسانوں کی قتل گاہیں بن جانا، غریب عوام کے خون پسینے کی کمائی کو بے مصرف وزیروں اور اعلیٰ افسروں کی بھاری تنخواہوں، خوبصورت اقامت گاہوں اور دیگر مراعات کی نذر کر دینا؛ کھلی کچہریوں کے ڈرامے جہاں پولیس فریادیوں کو عرضیوں کے ساتھ سرکارِ عالی کے سامنے پیش کرتی ہے، لیکن اگر ان کی اجازت کے بغیر کوئی آگے بڑھ جائے تو اس کا اسی محافظِ عوام پولیس کے ہاتھوں سنگین نتائج سے دوچار ہونا —— ایسی صورت حال ہے جس کی موجودگی میں ایسے معاشرے اور حکومت پر اسلام کا لیبل لگا دینا اسلام کے ساتھ صریح زیادتی ہے۔

مختلف اہل ایمان و شعور اور خود ہماری طرف سے نفاذِ اسلام کے لیے اس امر کی نشان دہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی کہ اس کام کو ایک مضبوط باعمل ٹیم کے بغیر کبھی انجام نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے لیے ایک باقاعدہ اور مفصل ترجیحاتی منصوبے کی ضرورت ہے اور کلیدی مناصب سے مخالفِ اسلام نظریات کے حامل اور اوپر سے آمدہ احکام پر عمل کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں کو ان مناصب سے ہٹا کر ان کی جگہ باعمل و باایمان محبِ اسلام آدمی مقرر کرنا ضروری ہے۔ اہلِ دین کے ان مشوروں کو کوئی وقعت دینا تو درکنار، حکومت نے خود جن اداروں کو نفاذِ اسلام کی خاطر قائم کیا تھا، ان کی بھی بیشتر رپورٹیں سرد خانے میں منجمد پڑی ہیں اور حکومت نے از سرِ نو اپنے حسبِ منشا سفارشات حاصل کرنے کے لیے اپنے کسی دوسرے پسندیدہ ادارے کے سپرد کر دیا ہے، اور فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلوں تک کو دستوری تقاضوں کے مطابق سیدھی طرح قبول کرنے کی بجائے ان کو چیلنج کرنے کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اس وقت حکومت کے طرزِ عمل اور عزائم کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ صدر صاحب نے اب یہ دعویٰ فرما دیا ہے کہ اقتدار ان کو اللہ کی طرف سے تفویض ہوا ہے[1]۔ گویا کہ وہ ظلِّ الٰہی بن کر جو چاہیں فیصلہ فرما سکتے ہیں۔ جنرل ایوب خان کے

[1] ہر دور کا ہر حکمران اس طرح کا دعویٰ کر کے اپنے لیے فوق الانسانی مقام بنا سکتا ہے، جس سے نہ اختلاف کیا جا سکے اور نہ تنقید روا ہو۔ (ادارہ)

آخری ایام میں یہی خیال قادیانیوں نے ایوب خان کے دماغ میں بٹھا دیا تھا کہ ان کا ہر فیصلہ الہامی ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اس سے پہلے تاریخ میں اس زعم میں مبتلا ہونے والوں کا کیا انجام ہوا۔ صدر صاحب یہ بھول رہے ہیں کہ اللہ کا کسی کو اقتدار پر لا بٹھانا ایک سخت آزمائش ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دو آدمیوں پر بھی حکم بنایا گیا گویا اُسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ (او کما قال)

اس وقت صدر صاحب کو ایسے فوجی اور سول مشیر گھیرے میں لیے ہوتے ہیں جو بظاہر بڑی خوشنما اور دل کش تجاویز اور سکیمیں اور پالیسیاں تیار کر کے ان کو دے رہے ہیں جن کے ذریعے صدر صاحب کے اسلامی ہاتھوں کے ذریعے قوم کو پوری طرح جبر بت کے آہنی فسطائی شکنجے میں جکڑ لیا جائے۔

ایم آر ڈی اور وکلا کی تحریکوں کو کچل دینے کے بعد مطلق العنانی کی عادی انتظامیہ کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں۔ چنانچہ اب انہوں نے اسلامی جمعیت طلبہ پر ان کے اس قصور پر ہلہ بول دیا ہے کہ اس گروہ طلبہ نے تعلیم گاہوں میں ان کے عشرت کدوں اور رنگ رلیاں منانے کے اڈوں کو اُجاڑ کر ان کی جگہ درس قرآن و حدیث اور سیرت و میلاد کی محفلیں قائم کر دی ہیں اور طلبا و طالبات کو ان کی عیاشیوں کا سامان بننے سے روک دیا ہے۔ یہ فضا انہوں نے بہت سی جانوں تک کی قربانیاں دے کر پیدا کی اور تعلیم گاہوں میں نظم و ضبط اور باقاعدگی کو فروغ دیا۔ یہاں تک کہ گذشتہ دو تین سالوں سے یونینوں کے انتخابات بھی پُرامن ماحول میں ہونے لگے۔ اب اس کے بعد یکایک بے ہنگم طور پر محض اس وجہ سے ان پر ہاتھ ڈالا گیا کہ اسلامی جمعیت طلبہ روز بروز ایک منظم اور مضبوط قوت بنتی جا رہی ہے اور راستے سے ہٹا کر نہ صرف حکومت کی آنے والی پراسرار سیاسی اسکیم کے لیے راستہ صاف ہو جائے گا، بلکہ ملحدوں، قادیانیوں اور امریکہ اور رُوس تک کی خوشنودی بھی زیادہ آسانی سے حاصل ہو سکے گی۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اسلامی جمعیت سے تعلق رکھنے والے طلبہ جو بڑی سے بڑی آزمائش کے موقع پر بھی معقول اور محتاط طریقوں سے صدائے احتجاج بلند کرنے کا مزاج رکھتے تھے، ان

کے ساتھ جگہ جگہ نہایت بہیمانہ سلوک کیا گیا۔ عام غنڈوں اور بدمعاشوں کے آگے گھٹنے ٹیک دینے والی پولیس نے ان طلبہ اور ان کے والدین کے ساتھ مختلف مقامات پر جو شرمناک سلوک کیا ہے اور اس کے متعدد کھلے شواہد موجود ہیں، لیکن صدر مملکت جن پر مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے اس کی براہ راست ذمہ داری آتی ہے، انہیں محض افواہیں قرار دے کر زخموں پر نمک چھڑکنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ کتنا ظلم ہے کہ ملک کی شرعی اور عام عدالتیں قانون کو پاؤں تلے روندنے کے ان واقعات کا نوٹس تک لینے کا اختیار نہیں رکھتیں۔ اور نہ اخبارات ان واقعات و احوال کو شائع کر سکتے ہیں[1]۔ اس رویے کا ردعمل یہ ہوا کہ انتہائی امن پسند اور منضبط و منظم اور با اخلاق قسم کے نوجوان بھی بعض اوقات وہ کچھ کر گزرے جس کو وہ خود بھی ناپسند کرتے ہیں۔

اسی صورتِ حال کا یہ نتیجہ ہے کہ اب سارے ملک میں یہ تاثر عام ہو رہا ہے کہ ہم ایک ایسے دورِ ظلم و تشدد میں داخل ہو گئے ہیں جس کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اس انداز میں کیا گیا تھا کہ سارے پاکستان بلکہ عالم اسلام میں اسلامی نظام حیات کے آغاز کی امید پیدا ہو گئی تھی۔ آج اس دعوائے اسلامیت کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ اب حکومت سے یہ توقع بھی ختم ہو رہی ہے کہ وہ الجھنوں کو سلجھانے کے لیے معقولیت اور اہل وطن سے افہام و تفہیم کی راہ اختیار کرے گی

انسانی تاریخ کے ہزاروں واقعات اور خود پاکستان کے اپنے تجربات گواہ ہیں کہ جب کسی حکومت کے پاؤں تلے سے زمین سرکنے لگتی ہے تو وہ ظلم و استبداد پر اتر آتی ہے اور پھر

---

[1] کیا یہ راستہ اختیار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی جج کی سربراہی میں ایک قابلِ اعتماد دینی شخصیت، ایک قومی لیڈر، ایک سلیم الطبع اعلیٰ استاد اور طلباء مظلوم کے ایک نمائندے پر مشتمل کمیشن بنایا جائے اور تمام مظلوم طلبہ کو موقع دیا جائے کہ اپنے اوپر گزرنے والے حالات کو کھل کر ایسے پبلک کمیشن کے سامنے بیان کریں اور پھر ہر ایسے سرکاری کارندے کو قانون کی گرفت میں لیا جائے جس نے کوئی غیر قانونی زیادتی کی ہو یا اس کا حکم دیا ہو یا جانتے بوجھتے غلط حرکات کی روک تھام نہ کی ہو۔

(ادارہ)

اس کا یہی استبدادی طرزِ عمل اُسے لے ڈوبتا ہے اور اچانک وہ گھڑی آجاتی ہے جس سے بچنے کے لیے جبریت کے ذریعے بند باندھنے کی کوشش کی جارہی تھی۔

اس وقت ملک و ملت کے سامنے درج ذیل مسائل ہماری نظر میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں اور پوری قوم کو ان پر یکسو ہو کر پاکستان کے تحفظ کی جدوجہد کرنی چاہیے۔

۱ــ تصورِ اسلام کے بارے میں جو ذہنی انتشار، فکری ژولیدگی، قول و عمل کا تضاد، اسلامی احکام سے کھلا کھلا فرار راہ پا گیا ہے اُسے ختم کرنا ہے اور قرآن و سنت کے دیئے ہوئے نظامِ زندگی پر قوم کو متحد اور یکسو کرنا ہے۔ اس بارے میں ہمارے لیے اصلی نمونہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور آپ کا قائم کیا ہوا وہ نظام ہے جس کی خلفائے راشدین نے پیروی کی اور اُسے آخری دم تک قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اس پر اُمت کا اجماع ہے اور یہی ہماری وحدت اور طاقت کا ضامن اور سربلندی کا ذریعہ ہے۔

۲ــ مارشل لا کے لامتناہی دور کو ختم کرنا اور اس نظامِ جبر و ظلم کے آگے بند باندھنا ہے جو اب اس ملک پر اپنے منحوس سائے پھیلا رہا ہے اور ملک کے استحکام و سالمیت اور یک جہتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ماضی میں کچھ بالاتر مقاصد کے لیے ایک حد تک مارشل لا گوارا کیا گیا، مگر اب اس کا جاری رہنا اس ملک کے وجود و بقا اور اسلام کے نظام کے قیام کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ۱۲ اگست ۱۹۸۳ء کے اعلان کو اس کے لیے آخری مہلت کے طور پر قبول کیا گیا ہے۔ اور اب کسی کو اسے مزید طول دینے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ مارچ ۱۹۸۵ء تک انتقالِ اقتدار کے لیے ۱۹۸۴ء کے اندر اندر مرکزی اور صوبائی انتخابات ہو جانے چاہئیں اور نئے مسئلوں کو اُٹھا کر اس سے فرار کا ہر راستہ بند کیا جانا ضروری ہے۔

۳ــ ایسی سیاسی فضا کا قیام جو خلفشار اور تصادم کے مقابلے میں افہام و تفہیم کے ذریعہ انتخابی مرحلہ کو ممکن بنا دے اور بنیادی اُصولوں پر کسی مصالحت کے بغیر مارشل لا سے نجات کی کوئی معقول راہ استوار ہو سکے۔ اس سلسلہ میں ان تمام فتنوں سے بچنے اور قوم کو ان سے بچانے کے لیے مؤثر کوششوں کی ضرورت ہے، جو گروہ بندی، فرقہ واریت، باہمی دشنام طرازی

سیاسی عناصر کے درمیان تلخی، عوام اور حکومت کے درمیان تصادم اور ملک میں تشدد اور خلفشار کو کسی بھی شکل میں اُبھارنے کا ذریعہ بنیں۔ ایسی کوششیں انتخابات کے انعقاد اور جمہوریت کی بحالی کی راہ روکنے اور مارشل لاء کو نئی زندگی یا نیا چہرہ دینے کے لیے ہی کی جا رہی ہیں اور آگے ان میں مزید اضافہ کیے جانے کا خطرہ ہے۔

تحریک اسلامی ان تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بھرپور کردار ادا کرے گی۔ واللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و رہنمائی میں اس راستہ پر چل کر انشاءاللہ تعالیٰ بالآخر پاکستان کو اسلام اور حقیقی جمہوریت کا گہوارہ بنانے کی سعی کرے گی۔ اس نے ماضی میں ان مقاصد کے لیے جب بھی ضرورت پیش آئی ہے دوسروں سے مل کر مشترک جدوجہد کی ہے اور مستقبل میں بھی دین و ملک کے مفاد میں اور دینی مقاصد کے حصول کے لیے ایسی مساعی کا دروازہ کھلا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس جدوجہد میں پوری قوم اور اس کے تمام با اثر عناصر شریک ہوں اور اسلام کی بنیادوں پر ایک حقیقی جمہوری نظام کے قیام کے لیے سب اپنا اپنا رول ادا کریں۔ اس کے لیے ایک ایسے ضابطۂ اخلاق کا اہتمام لازم ہے جس کے تحت ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کی بجائے تمام سیاسی اور دینی عناصر مشترک مقاصد کے لیے افہام و تفہیم اور تعاون کی فضا پیدا کریں۔

یہ کام ذاتی، علاقائی، نسلی اور گروہی عصبیتوں سے بالاتر ہو کر خالصتاً اسلام اور ملک کے مفاد میں انجام پانا چاہیے۔ اختلافات کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے وقت کے تقاضوں کے مطابق تمام سیاسی اور دینی عناصر کو اپنے اپنے رویّہ کا خود جائزہ لینا چاہیے۔ اور اختلاف و اعتراض کو اخلاقی حدود کے اندر رکھتے ہوئے تعاون و اشتراک کا آپس میں عہد کرنا چاہیے اور مشترک مقاصد اور اہداف کے حصول کے لیے ممکن حد تک تعاون کی فضا قائم کرنی چاہیے۔ ہم نے ۱۹۸۲ء میں میثاقِ ملی پیش کر کے عملاً اس کی ابتداء کی تھی اور اب پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں۔ اگر ہر گروہ اپنے اپنے طریقے پر اور اپنے اپنے دائرہ اثر میں اپنے ہی انداز میں ان مشترک مقاصد کے لیے کام کرے تب بھی حالات کو سدھارنے کی طرف مثبت پیش قدمی ہو سکتی ہے

ملک میں اسلام اور جمہوریت کی راہ میں حائل قوتوں کو ہم کوئی چیلنج دیے بغیر یہ ضرور کہنا چاہتے

ہیں کہ پہلے بھی بار بار اسلامی تحریک، دوسری اسلامی قوتوں اور عناصر اور اسلامی رجحانات کو اس ملک میں نشانہ ستم بنانے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں اور ایسے تجربے کے نتیجے میں ظلم و جبر کرنے والی قوتیں گرد بن کر اُڑ گئیں اور خدا کے فضل سے اسلامی قوتیں پہلے سے زیادہ توانا ہو کر اُبھریں۔ اب بھی اگر خدا کے دین کی سربلندی کے لیے کوچہ بہ کوچہ کام کرنے والے بے لوث خادموں کو کوئی قوت کچلنا چاہتی ہے تو امریکہ و روس اور قادیانیوں اور سوشلسٹوں کی پشت پناہی کے باوجود اسلام کا راستہ روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔

یہ سرزمین مسلمانوں نے اسلام کے لیے حاصل کی ہے اور یہاں بالآخر خدا کا دین اور اسلامی نظامِ زندگی ہی اپنی صحیح شکل میں جلوہ گر ہوگا اور اس کی روشنی چار دانگِ عالم میں پھیلے گی اور انشاء اللہ دنیا کی کوئی قوت احیائے اسلام کی اس عالمگیر تحریک کا راستہ نہ روک سکے گی۔

داعیانِ حق اور دین کے علمبرداروں کو بھی یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دورِ ظلم و استبداد کے خاتمے کا سب سے کارگر نسخہ ظلم و ستم کو صبر و تحمل سے سہہ کر اور سر قربانی دے کر راہِ اعتدال پر قائم رہنا اور راہ حق و صواب سے نہ ہٹنا ہے۔ راہ حق میں کامیابی کا یہ ہمارا آزمودہ نسخہ ہے اور آئندہ بھی ہم ظلم کی یلغار کو انشاء اللہ انہیں ہتھیاروں سے روکیں گے۔ اس کام میں تمام اہلِ خیر کا تعاون بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور ہم اس کے خواستگار ہیں۔ ہماری ساری جدوجہد مرض کے خاتمہ اور مریض کی صحت یابی کے لیے ہے۔ ہم ہر اس قوت کے حریف ہیں جو ظلم اور اللہ سے بغاوت کے راستے پر گامزن ہو اور ہر اس قوت کے دوست اور بہی خواہ ہیں جو حق کی پرستار اور دین اسلام کے قیام کی راہ میں معاون بن سکتی ہو حتیٰ کہ کل کے ظالم اور خدا سے سرکش بھی اگر ظلم اور سرکشی کی روش ترک کر کے مقاصدِ پاکستان کے حصول میں تعاون کے لیے تیار ہو جائیں تو وہ بھی اس قافلے کے ہمسفر اور ہم راہی بن سکتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ملک میں جمہوریت کا قیام ملک کی بقا و سلامتی اور اسلامی نظام کے قیام کی بنیادی ضرورت ہے۔ البتہ ہم جمہوریت کا ڈرامہ نہیں بلکہ صحیح جمہوریت کا قیام چاہتے ہیں۔ ہم ۱۹۷۳ء کے دستور کی بنیاد پر منصفانہ انتخابات کا انعقاد چاہتے ہیں۔ ہم ظلم و استحصال،

لینڈ لارڈ ازم اور وڈیرہ شاہی کا خاتمہ اور غریبوں کے تمام مصائب و مشکلات کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم فحاشی، عیاشی اور بدمعاشی کی جڑیں کاٹ دینا چاہتے ہیں۔ ہم حکمرانی کے عمل کو بیوروکریسی اور فوج کے تسلط سے نکالنا چاہتے ہیں۔ ہم رشوت و خیانت اور ظلم و تشدد کا انسداد چاہتے ہیں۔ ہم افغان مہاجرین کی کامیابی اور مہاجرین کی باعزت واپسی چاہتے ہیں اور انہی تمام مقاصد کے حصول کے لیے ہم اسلامی نظام کو پوری اور صحیح صورت میں استوار کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں جو ہمارے ساتھ آئے تو دنیا میں عزت اور آخرت میں اجر پائے گا۔ نہ آئے تو خدا ہمارے ساتھ ہے اور الحمدللہ ہم اپنے سارے کام اپنے ہاتھوں کرنے کی مشق رکھتے ہیں۔ وما توفیقنا الا باللہ۔

خوشخبری

تحریک اسلامی کے جملہ رسائل ماہنامہ "ترجمان القرآن"، ہفت روزہ "ایشیا" بچوں کے لیے رسالہ "نور" اور خواتین کے لیے ماہنامہ "بتول" کا تازہ پرچہ حاصل کرنے کے لیے ہماری خدمات حاصل کریں۔

بابو محمد الیاس ناظم تحریک اسلامی۔ علاقہ غازی آباد چک نمبر ۱۶۸/۹-L
ڈاک خانہ خاص تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال